عربی ادب میں
خاموشی کے محاسن

ڈاکٹر سید علیم اشرف جائسی☆

نطق و گویائی انسان کو قدرت کا بیش بہا تحفہ ہے۔ اسی سے بنی نوع انسان کی شناخت ہے۔ قدیم فلاسفہ انسان کی تعریف ''حیوان ناطق'' سے کرتے تھے، یعنی: ایسا جاندار جو فکر کی قوت اور کلام پر قدرت رکھتا ہو۔ لیکن جس نطق نے انسان کو اشرف المخلوقات کے اعلی ترین منصب پر فائز کیا، وہی اگر حد سے گزر جائے تو بسا اوقات اس کے لئے پستی وذلت، ناکامی وحسرت اور بربادی وہلاکت کا موجب بن جاتا ہے۔ چنانچہ دنیا کے ہر زبان وادب میں فضول گوئی اور کثرت کلام کی مذمت ملتی ہے، اور دنیا کا ہر ادب خاموشی اور سکوت کے فضائل ومحاسن سے بھرا ہوا ہے، بشرطیکہ وہ سکوت سکوتِ سخن شناس نہ ہو۔

عربی زبان وادب جو ہر دولسانی وفکری اعتبار سے غنی ور مالدار ہے انسانی آداب کے اس مشترکہ موضوع سے متعلق دانش حکمت کا ایک بڑا ذخیرہ اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے ہے۔ عربی زبان کے بے شمار ادب پاروں، محاوروں، مثلوں اور حکم میں خاموشی کے مناقب ومحامد کا بیان ہوا ہے اور فضول گوئی کی مذمت کی گئی ہے۔ عربی شعراء نے بھی اول الذکر کی ثناء ومنقبت اور مؤخر الذکر کی ہجو و مذمت کو خوب خوب نظم کیا ہے۔ ایک قدیم عربی شاعر کہتا ہے کہ:

الصَّمْتُ زَيْنٌ وَالسُّكُوتُ سَلامَةٌ   فَإِذَا نَطَقْتَ فَلا تَكُنْ مِكْثَارَا

مَا إِنْ نَدِمْتُ عَلَى سُكُوتِي مَرَّةً   وَلَقَدْ نَدِمْتُ عَلَى الْكَلَامِ مِرَارَا

(خاموشی خوبی ہے اور سکوت میں سلامتی ہے لہذا اگر بولو تو فضول گوئی مت کرو۔ میں اپنے خاموش رہنے پر کبھی نادم نہیں ہوا جبکہ اپنی گفتگو پر نہ جانے کتنی بار ندامت کا شکار ہوا ہوں۔)

اس موضوع پر نبی عربی ﷺ سے بھی بڑی حکمت مآب باتیں منقول ہوئی ہیں:

بخاری ومسلم میں ہے کہ: ''جو شخص اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہئے کہ وہ بھلی بات بولے یا پھر خاموش رہے۔'' ترمذی نے آپکا یہ فرمان نقل کیا ہے کہ: ''انسان کے ایمان کی ایک خوبی یہ ہے کہ وہ غیر متعلق چیزوں کو چھوڑ دے۔'' مسلم کی حدیث ہے کہ: ''انسان کے گنہگار ہونے کو اتنا ہی کافی ہے کہ وہ ہر شنیدہ کو بیان کردے۔'' طبرانی نے یہ حدیث روایت کی ہے کہ: ''جسے سلامتی عزیز ہو اسے خاموشی اختیار کرنا چاہئے۔'' بخاری ومسلم میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا کہ کون مسلمان سب سے افضل ہے تو آپنے فرمایا: ''جس کے ہاتھ اور زبان سے لوگ محفوظ رہیں۔''

عربی ادب میں خاموشی کے محاسن سے متعلق بہت سے اقوال وقصے حکیم لقمان سے منسوب ہیں۔ حکیم موصوف کی طرف یہ نسبت صحیح ہو خواہ غلط لیکن اس میں شک نہیں کہ یہ سب باتیں حکیمانہ ہیں اور کسی نہ کسی حکیم سے ہی صادر ہوئی ہیں۔ اپنے بیٹے کو وصیت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: ''جو بھی برائی کی جگہ جائے گا تہمت کا شکار ہوگا، اور جو بھی اپنی زبان پر قابو نہ رکھے گا ندامت میں گرفتار ہوگا۔ میرے بیٹے میں کبھی بھی اپنی خاموشی پر نادم نہیں ہوا، یاد رکھو! اگر گویائی چاندی ہے تو خاموشی سونا ہے۔ بیٹے! جب لوگ اپنے کلام کی خوبیوں پر تفاخر کریں تو تم اپنی خاموشی کے محاسن پر ناز کرو۔''

☆ [illegible]

ابن کثیر کی تاریخ (البدایہ والنہایہ) میں ہے کہ حکیم لقمان لوگوں کی ایک محفل سے خطاب کر رہے تھے کہ ایک شخص محفل میں داخل ہوا اور انھیں مخاطب کر کے بولا: کیا تم وہی آدمی نہیں ہو جو میرے ساتھ فلاں جگہ بکریاں چرایا کرتا تھا؟ فرمایا: ہاں، تو اس نے پوچھا : پھر اس مقام تک کیسے پہنچے؟ حکیم لقمان نے جواب دیا کہ: ''صدق کلام اور غیر ضروری باتوں پر خاموشی اختیار کرنے کے سبب۔''

روایت ہے کہ حکیم لقمان جب غلام تھے تو ایک روز ان کے آقا نے انھیں ایک بکری دی اور کہا کہ: جاؤ اسے ذبح کرو اور اس کے جسم کے دو سب سے اچھے ٹکڑے لے کر آؤ۔ لقمان نے اسے ذبح کیا اور زبان و دل لا کر اپنے آقا کی خدمت میں پیش کر دیا۔ ان کے آقا نے انھیں پھر ایک بکری دی اور کہا اسے بھی ذبح کرو اور اس بار اس کے جسم کے دو سب سے خراب اعضاء کو لے کر آؤ، لقمان پھر زبان و دل لے کر پہنچ گئے، ان کے آقا نے پوچھا کہ یہ ماجرا کیا ہے؟ تو کہنے لگے: ''میرے آقا بدن میں یہ دونوں عضو ایسے ہیں کہ اگر یہ اچھے ہوں تو ان سے اچھا کچھ نہیں ہے اور اگر یہ برے ہوں تو پھر ان سے برا بھی کچھ نہیں ہے۔''

معلقات کا شاعر زہیر ابن ابی سُلمیٰ کہتا ہے کہ:

لِسَانُ الفَتَی نِصُفٌ و نِصُفٌ فُؤادُہ   فَلَمُ یَبُقَی اِلَّا صُورَۃُ اللَّحُمِ وَ الدَّمِ

(انسان کا نصف اس کی زبان اور نصف اس کا دل ہے باقی محض گوشت و پوست کی ایک تصویر ہے۔)

بنی اسرائیل کو وصیت کرتے ہوئے حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا: ''صرف پاکیزہ شئے منھ میں ڈالو اور صرف پاکیزہ شئے منھ سے نکالو۔'' یعنی حلال طعام منھ میں ڈالو اور شیریں کلام منھ سے نکالو۔

روایت کہ حضرت یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ سے باہر آنے کے بعد زیادہ تر خاموش رہنے لگے تو کسی نے پوچھا کہ: اب آپ بہت کم کلام کرنے لگے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا: ''کلام ہی ہے جس نے مجھے مچھلی کے پیٹ میں پہنچایا تھا۔''

بعض روایتوں مین ہے کہ اللہ تعالی نے حضرت عیسی علیہ السلام کو یہ وحی فرمائی: ''اگر تم تنہائی میں ہو تو اپنے دل کی حفاظت کرو اور اگر محفل میں ہو تو اپنی زبان کی حفاظت کرو۔''

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''جس کلام میں ذکر نہ ہو وہ لغو ہے، جس نگاہ کے ذریعے عبرت نہ حاصل ہو وہ لہو ہے، اور جس خاموشی میں فکر نہ شامل ہو وہ سہو ہے۔'' مزید فرماتے ہیں: ''انسان کی حقیقت اس کی زبان کے پیچوں میں ہوتی ہے اس کے زربفت کے کپڑوں کے نیچے نہیں ہوتی ہے۔''

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''جب انسان صبح سو کر اٹھتا ہے تو اس کے تمام اعضائے بدن اس کی زبان سے کہتے ہیں کہ: اے زبان! خدا کے واسطے دن بھر سیدھی رہنا کیونکہ اگر تو سیدھی ہے تو ہم سب سیدھے ہیں، اور اگر تجھ میں کجی ہے تو ہم سب میں کجی ہے۔''

حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: ''عالم اور جاہل کے درمیان صرف اتنا فرق ہے کہ عالم کی زبان اس کی عقل کے پیچھے ہوتی ہے اور جاہل کی عقل اس کی زبان کے پیچھے ہوتی ہے، عاقل جب بولنا چاہتا ہے اپنی عقل سے رجوع ہوتا ہے اگر عقل اجازت دیتی ہے تو فبہا ورنہ خامشی کی پناہ لیتا ہے لیکن جاہل کی زبان چونکہ اس کی عقل کے آگے ہوتی ہے لہذا جو کچھ اس کے دل میں آتا ہے وہ بولتا رہتا ہے۔''

مشہور اموی شاعر اَخطل کہتا ہے:

لا یعجبنك من خطیب خطبة   حتی یکون مع الکلام أصیلا

اِن الکلام لفی الفؤاد و اِنما   جعل اللسان علی الفؤاد دلیلا

(کسی مقرر کی تقریر کو تم اس وقت تک ہرگز پسند مت کرو جب تک کہ اس کی گفتگو حق نہ ہو، یاد رکھو کہ کلام درحقیقت دل میں ہوتا ہے اور زبان تو صرف دل کی آئینہ دار ہوتی ہے۔)

حضرت سفیان ثوری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: ”میں اپنے دشمن کو کمان کے بجائے زبان کا نشانہ بنانا پسند کرتا ہوں کیونکہ کمان سے نکلا تیر تو اچٹ جاتا ہے لیکن زبان سے نکلا تیر کبھی نہیں اچٹتا ہے۔“

امام شافعی رضی اللہ عنہ نے حضرت ربیع سے فرمایا: ”اے ربیع! غیر ضروری باتیں مت کرو کیونکہ جب تک کوئی لفظ تم سے صادر نہیں ہوتا تم اس کے مالک ہوتے ہو، لیکن بعد میں وہی لفظ تمھارا مالک ہو جاتا ہے۔“

یہ دو شعر امام شافعی کی جانب منسوب ہیں:

احفظ لسانك أيها الإنسانُ لا يلدغنَّكَ إنه ثعبانُ

كم في المقابر من قتيل لسانه كانتْ تهابُ لقاءَه الشجعانُ

(اے انسان! اپنی زبان کی حفاظت کرتا کہ یہ تجھے ڈسنے نہ پائے کہ یہ ایک اژدہا ہے، اپنی زبان کے ڈسے ہوئے کتنے ہیں جو قبروں میں پڑے ہوئے ہیں جنکی ملاقات سے بڑے بڑے بہادر بھی تھرایا کرتے تھے۔)

کتاب الأم میں مزید فرماتے ہیں: ”اگر تم میں سے کوئی کسی طرح کی گفتگو کرنا چاہے تو پہلے یہ دیکھے کہ اس گفتگو میں کوئی مصلحت یا فائدہ ہے کہ نہیں، اگر فائدہ ہو تو ضرور کرے، ورنہ اس وقت تک اس گفتگو سے پرہیز کرے جب تک کہ اس کا کوئی فائدہ نظر نہ آئے۔“

بعض بزرگوں فرمایا: جو غیر ضروری بات پوچھے گا وہ مرضی کے خلاف سنے گا، اور جو ایک لفظ بولنے سے صبر نہیں کر سکے گا اسے بہت سے الفاظ سننے پر صبر کرنا پڑے گا۔“

بلیغ عرب ابن مقفع سے پوچھا گیا کہ انسان کے لئے سب سے نفع بخش چیز کیا ہے؟ اس نے جواب دیا: عقل، جس کے ساتھ وہ زندگی گزار سکے۔ پوچھا گیا اگر وہ نہ ہو تو؟ کہا: ادب، جس سے وہ آراستہ ہو سکے۔ پوچھا گیا اگر وہ نہ ہو تو؟ بولا: مال، جو اس کی عیب پوشی کر سکے۔ اگر وہ نہ ہو تو؟ جواب دیا: خاموشی، جو اس کی مدد کر سکے۔ پوچھا گیا اگر وہ نہ ہو تو؟ کہا: پھر اس کے لئے سب سے نفع بخش قبر ہے جو اسے اپنے اندر سمیٹ سکے۔“

بعض اہل علم نے فرمایا: ”گفتگو کرنے کی چار شرطیں ہیں، جس نے ان کو نظر انداز کیا اس نے حق سے تجاوز کیا اور فضول گوئی کی: ۱۔ گفتگو کی قرار واقعی ضرورت ہو، خواہ جلب منفعت کے لئے ہو خواہ دفع مضرت کے لئے ہو کیونکہ جس گفتگو کی حاجت نہ ہو وہ ہذیان اور بکواس ہے، ایسے کلام سے کوئی فائدہ تو نہیں ہوتا ہے البتہ بسا اوقات بولنے والا اپنی جہالت کا اظہار ضرور کر بیٹھتا ہے۔ ۲۔ گفتگو برمحل اور مناسب وقت پر ہو، بے موقع بات خواہ وہ فی حد ذاتہ کتنی بھی قیمتی ہو بے وقعت ہوتی ہے، کیونکہ ہر کلام کا اپنا موقع و محل ہوتا ہے۔ ۳۔ گفتگو بقدر ضرورت ہو، نہ زیادہ نہ کم، کیونکہ ضرورت سے کم گفتگو گویائی کا عیب ہے تو ضرورت سے زیادہ گفتگو عیب گویا ہے، پہلا کلام کلامِ مخل ہے اور دوسرا کلامِ ممل ہے، اور کلام کے یہ دونوں وصف ناپسندیدہ ہیں۔ ۴۔ اور گفتگو کی چوتھی اور آخری شرط یہ ہے کہ کلام واضح ہو اور الفاظ مہذب اور فصیح ہوں۔“

بعض حکماء نے کہا ہے کہ: ”عقلمند کی زبان اس کے دل میں ہوتی ہے اور بیوقوف کا دل اس کی زبان پر ہوتا ہے۔“ یعنی عقلمند جو بولتا ہے سوچ کر بولتا ہے اور بیوقوف جو سوچتا ہے سب بول دیتا ہے۔

باتیں خواہ صحیح کیوں نہ ہوں اگر غیر ضروری ہوں تو ان سے احتراز ضروری ہے، عراقی شاعر شیخ یاسین اعظمی نے بڑے پتے کی بات کہی ہے:

إذا رُمتَ السلامة فاغتنِمها بتركِ النطق إلا بالصواب

و لا تُكثِر ففِي الإكثار بؤس أقلُّ قليلِه طُولُ الحساب

(اگر سلامتی چاہتے ہو تو اس نصیحت کو غنیمت جانو، اور صحیح و ضروری بات کے سوا ہر قسم کی گفتگو سے پرہیز کرو، زیادہ باتیں ہرگز مت کرو کیونکہ اس میں دشواری و

پریشانی [illegible]

ازکم اسے اپنی بسیار گوئی کے مطابق لمبے چوڑے حساب کے عذاب سے تو گزرنا ہی پڑے گا۔)

کسی حکیم کا قول ہے کہ: سکوت و خاموشی میں سات ہزار بھلائیاں ہیں جو اس کے سات فائدوں میں مضمر ہیں یعنی ان فائدوں میں سے ہر ایک ہزار بھلائیوں پر مشتمل ہے: اول ۔ یہ بغیر محنت کی عبادت ہے، دوم ۔ بغیر زیورات کی زینت ہے، سوم ۔ بغیر اقتدار کی ہیبت ہے ۔ چہارم ۔ بغیر دیوار کی حفاظت ہے۔ پنجم ۔ نفس کے عیوب کے لئے پردہ ہے۔ ششم ۔ معذرت طلبی سے فرصت ہے۔ اور ہفتم ۔ کراما کاتبین کے لئے راحت ہے۔

سولون حکیم سے پوچھا گیا کہ انسان کے لئے سب سے دشوار چیز کیا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ: ''اپنی زبان پر قدرت اور اپنے نفس کے عیوب کی معرفت ۔'' مشہور یونانی فلسفی بطلیموس سے مروی ہے کہ انسان کو صحیح بات کہنے پر جتنا خوش ہونا چاہئے اس سے زیادہ خوش غلط بات نہ کہنے پر ہونا چاہئے۔ پہلی بات اگر انعام کی موجب ہے تو دوسری سزا کی، اور ہر دانا شخص انعام پانے کے مقابلے میں سزا سے بچنے پر زیادہ خوش ہوتا ہے۔ ایک شخص نے کسی حکیم سے پوچھا کہ میں کب کلام کروں؟ اس نے جواب دیا کہ جب تمھیں خاموش رہنے کی خواہش ہو۔ پوچھا اور کب خاموش رہوں؟ جواب دیا جب تمھیں بولنے کی خواہش ہو۔

کسی عاقل کا قول ہے کہ: زبان ایک ایسا درندہ ہے کہ اگر تم اسے باندھ کر رکھو گے تو یہ تمھاری حفاظت کرے گا اور اگر تم اسے آزاد چھوڑ دو گے تو یہ تم کو ہی شکار بنا لے گا۔ لہذا عاقل کو چاہئے کہ وہ اپنی زبان کو باندھ کر رکھے اور اسے صرف چار چیزوں کے لئے کھولے: احقاق حق کے لئے، ابطال باطل کے لئے، نشر حکمت کے لئے اور ذکر نعمت کے لئے۔